بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

گذشتہ ڈیڑھ دو ماہ سے فرقہ وارانہ فسادات پورے ملک میں کوہ آتش فشاں کی مانند اس طرح پھٹ پڑے ہیں کہ ہر قسم کی چیخ پکار کے باوجود اب تک اُن کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ اور حال یہ ہے کہ آج میرٹھ میں فساد ہے تو کل کلکتہ میں۔ صبح کو الٰہ آباد میں ہے تو شام کو کریم گنج میں۔ غرض کہ فسادات جنگل کی آگ کی طرح ہیں کہ پھیل رہے ہیں اور اپنے شعلوں کی لپیٹ میں ملک کے طول و عرض کو لیکر اُنھوں نے ان علاقوں کو بھی متاثر کر دیا ہے جو اب تک محفوظ سمجھے جاتے تھے۔ ان فسادات میں جیسا کہ اب تک ہوتا چلا آیا ہے آٹے میں نمک کے برابر اکثریتی فرقہ کا بھی نقصان ہوا ہے لیکن اُن کے نشانہ زیادہ تر مسلمان ہی بنے ہیں۔ کتنے بوڑھے اور جوان ہیں کہ قتل ہو گئے کتنی عورتوں کا سہاگ لُٹ گیا اور کتنے بچے ہیں جو یتیم بن گئے۔ کاروبار تباہ ہو گئے اور جائدادیں برباد ہو گئیں لیکن کوئی پوچھے کہ یہ سب کچھ ہوا اور اب تک ہو رہا ہے۔ مگر کتنے مفسدہ پردازوں کو سزا ہوئی؟ کتنے بددیانت اور مجرم حکام و عمالِ حکومت کے خلاف تادیبی یا تعزیری کارروائی کی گئی؟ تو اس کا جواب بجز حد درجہ مایوس کن ہونے کے کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے محض بخت و اتفاق اور وقتی اشتعال انگیزی کا نتیجہ نہیں اور اس بنا پر اس کو محض ایک حادثہ نہیں کہا جا سکتا۔ محرکات خواہ اندرونی ہوں یا بیرونی بہرحال جو کچھ ہو رہا ہے ایک سوچی سمجھی اسکیم اور منصوبہ کے ماتحت ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے اس منصوبہ کو اکثریت کے تمام لوگوں کی تائید حاصل نہیں ہے اور اس کو چلانے والے اپنے فرقہ کے اندر اقلیت میں ہی ہیں۔ لیکن جیسا کہ خلیل جبران نے اپنے ایک ناول میں کہا ہے:۔

> Not a single leaf falls down without the
> silent consent of the whole tree

ترجمہ:۔ کوئی ایک پتہ بھی پورے درخت کی خاموش رضامندی کے بغیر نہیں گرتا۔

اگر فسادات کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا بلکہ اُن کی رفتار تیز تر ہی ہے تو اصل مجرموں کے علاوہ حکومت اور پوری اکثریت بھی کم از کم "خاموش رضامندی" کے جرم کی مرتکب ضرور ہے اور وہ اپنی ذمہ داری سے فرار اختیار نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قانونِ فطرت یہی ہے اور تاریخ میں ہمیشہ یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ سماج میں ظلم و فساد اور شر انگیزی و بد عنوانی کا ارتکاب چند افراد کرتے ہیں لیکن قدرت کی طرف سے جب پکڑ ہوتی ہے تو اچھے بُرے کا امتیاز نہیں ہوتا اور گیہوں کے ساتھ گھُن بھی پس جاتے ہیں۔

اِس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ فرقہ وارانہ فسادات استثنائی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ یہ ایک کُل کا جزو ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہیں کہ ہمارے سماج کے جسم میں مادۂ فاسد کا غلبہ اس درجہ ہو گیا ہے کہ یہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے مختلف مظاہر میں کبھی کسی شکل میں پھوٹ رہا ہے اور کبھی کسی صورت میں۔ اس کے علاوہ یہ اس بات کی بھی دلیل ہیں کہ ہمارے ملک میں فسطائی رجحانات مسلسل بڑھ رہے اور ترقی کر رہے ہیں اور یہ جو کچھ ہو رہا ہے ایک یا بعض پارٹیوں کے سوچے سمجھے منصوبہ اور پلان کے تحت ہو رہا ہے، اس بنا پر اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ اگرچہ اس وقت ان رجحانات اور سماجی اختلال و بحران کی زد بلا واسطہ مسلمانوں پر پڑ رہی ہے لیکن ان کے اثرات بہت دُور رس اور صد درجہ ہلاکت آفریں ہیں۔ اب سوال کسی ایک فرقہ یا گروہ کا نہیں بلکہ پوری قوم۔ ملک اور پورے معاشرہ کا ہے۔ انگریزی اخبارات اٹھا کر دیکھئے! بڑے بڑے مفکرین، اربابِ سیاست اور اہلِ نظر چیخ رہے ہیں کہ آج ملک کی حالت انتہائی خطرناک ہے اگر اس کی اصلاح نہیں ہوئی تو مستقبل قریب میں نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ ملک یا تو کسی بیرونی حملہ کا شکار ہو کر اپنی آزادی کھو بیٹھے گا اور یا خود اندرونِ ملک طوائف الملوکی کا وہ دور دورہ ہوگا کہ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

ہم نے انگریزوں کو ملک سے نکال کر آزادی حاصل کر لی ہے، لیکن اس ایک آزادی کے لئے ہم نے کیا کچھ نہیں کیا! آزادی کو نصب العین بنا کر ہم نے ایک ہمہ گیر اور موثر مہم چلائی اور اُس کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قسم کی تکلیفیں اُٹھائیں، سختیاں جھیلیں اور قربانیاں دیں۔ آج ہمارا ملک جس زبوں حالی میں مبتلا اور جس

خطرات میں گھرا ہوا ہے، بے شبہ یہ اُس سے زیادہ ہیں جو غلامی کے زمانہ میں تھے۔ اس بناپر یہ یقینی ہے کہ اگر ہمیں اپنے ملک کو بچانا ہے تو پہلے اپنا ایک نصب العین کھلے دماغ اور ایمانداری کے ساتھ متعین کرنا ہوگا اور پھر اُس کو حاصل کرنے کے لئے ایک ہمہ گیر مہم چلانی ہوگی اور اس کے لئے کسی عظیم سے عظیم قربانی سے دریغ نہ کرنا ہوگا یہ قربانی عہدہ و منصب کی بھی ہو سکتی ہے اور وزارت و اقتدار کی بھی۔ عیش و آرام کی بھی ہو سکتی ہے اور جان و مال کی بھی۔ بہرحال یہ کرنا ہوگا اور اس مقصد کو سب سے اوپر رکھنا ہوگا۔ یہ کام اگرچہ عوامی اور سماجی سطح پر ہوگا لیکن چونکہ حکومت بھی اپنی ہی ہے اس لئے اس تحریک کو زیادہ قوت اور اعتماد کے ساتھ چلایا جا سکتا ہے۔

بہرحال پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے اور اب وقت اور فطرت کا قانون زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کرے گا۔ جو کچھ کرنا ہے فوراً کرنا ہے اور بڑے عزم و ہمت اور حوصلہ و اُمنگ کے ساتھ کرنا ہے، مگر سب سے مقدم دل اور دماغ کی صفائی، بے تعصبی اور خطرات کا واقعی احساس ہے۔ پچھلے دنوں ایک ہریجن لڑکے کو زندہ در آتش کر دیا گیا تو حکومت اور پارلیمنٹ میں گویا زلزلہ آگیا لیکن جبل پور اور دوسرے مقامات میں کتنے ہی مسلمان گھرانوں کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا تو اُس کا کہیں چرچا نہیں ہوا۔ اگر حکومت اور اکثریت کا یہ ذہن نہیں بدلتا تو پھر مستقبل کے لئے ہرگز کوئی اُمید نہیں کی جا سکتی۔

ندوۃ المصنفین دہلی کی جدید مطبوعات

ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔	مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری	قیمت مجلد نو روپے
ترجمان السنہ جلد چہارم۔	حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ	قیمت مجلد سولہ روپے
تفسیر مظہری اُردو جلد ششم۔	ترجمہ مولانا سید عبدالدائم صاحب جلالی	قیمت مجلد پندرہ روپے
حضرت عبداللہ بن مسعود اور اُن کی فقہ۔	حنیفہ ندوی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	قیمت مجلد آٹھ روپے

ندوۃ المصنفین، اُردو بازار، جامع مسجد دہلی